© rasailojaraid.com

تدوین حدیث

تدوین حدیث کا ماحول

از جناب مولٰنا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبہ
دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

تدوین حدیث کی خدمت جس ماحول میں انجام پائی ہے اس کی جن خصوصیتوں کا ذکر مقصود ہے ان میں پہلی خصوصیت وہی ہے جس کی عام تعبیر مسئلہ غلامی سے کی جاتی ہے[1]، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ غلامی کے مشہور بدنام مسئلہ کو بداندیشوں کی برگشتہ باد آنکھوں نے خواہ جس طرح دیکھا یا دکھایا ہو، لیکن یہ واقعہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے حدود میں پہنچ کر غلامی کی قطعاً وہ حقیقت باقی نہیں رہتی جو اس سے پہلے سمجھی جاتی تھی۔ کسی قسم کی برائیاں ہوں، ان کے بلند سے بلند ترین زینوں تک پہونچنے سے غلاموں کو اسلام نے صرف یہی نہیں کہ روکا نہیں بلکہ جاننے والے جانتے ہیں کہ انسانیت کے اس مظلوم حصے کو پکڑ پکڑ کر ان بلند ترین زینوں تک اسلام نے خود پہنچایا ہے، جن

[1] غلاموں کے متعلق اگر مفصل اور محققانہ معلومات درکار ہوں تو اخی العزیز مولانا سعید احمد اکبرآبادی۔ ایم۔ اے حَيَّاهُ اللهُ بِصِحَّةٍ وَعَافِيَةٍ کی قابل قدر کتابیں "اسلام میں غلامی کی حقیقت" اور "غلامانِ اسلام" کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر آزاد مسلمانوں کی رسائی بھی اپنے عہد اقبال و عروج میں آسان نہ تھی، مسلمانوں کی سیاسی و علمی تاریخ کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے میں ان ہی سے پوچھتا ہوں کہ مادی اور سیاسی راہوں میں بادشاہت و فرمانروائی تک اور علمی و دینی راہوں میں امامت و پیشوائی تک پہنچنے والے غلاموں کی اسلام میں کیا کوئی کمی ہے؟ اسی سے اندازہ کیجئے کہ مفتوح قوموں کے ساتھ جہاں اس قسم کے سلوک کی روایتیں بھی بنی آدم کی تاریخ میں ملتی ہیں کہ فاتح کی دینی اور مذہبی کتابوں کا کوئی فقرہ غریب مفتوح کے کان میں اتفاقاً اگر کہیں پہنچ جاتا تھا تو گرم گرم پگھلے ہوئے رانگ اور سیسے کو اس کے ناپاک کان میں اس لئے پلادیا جاتا تھا تاکہ آئندہ پھر کسی چیز کے سننے کا موقعہ اپنی زندگی میں اس بدبخت کے لئے باقی نہ رہے۔ لیکن اسی کے مقابلہ میں ان ہی مفتوح اقوام کے ان افراد کو جو مسلمانوں کے گھروں میں غلام بن کر داخل ہوتے تھے کون نہیں جانتا کہ ان کو قرآن پڑھنے اور پیغمبر کی حدیثوں کے سیکھنے کی اجازت ہی نہیں دی گئی تھی۔ بلکہ یہ واقعہ ہے کہ خود مسلمانوں کو قرآن پڑھانے والے قرا عموماً ان کے یہی غلام تھے اسی طرح رسول علیہ الصلوٰة والتسلیم کی حدیثوں کا بہت بڑا ذخیرہ مسلمانوں کے ان ہی غلاموں سے پڑھا اور سیکھا ہے۔

---

[1] شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط ج ۳۰ صفحہ ۲۶ میں مذہب حنفی کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے کہ غیر مسلم قرآن پڑھنے اور سیکھنے کا مطالبہ اگر کریں تو ان کے مطالبہ کی تکمیل فرض ہے" ان کے الفاظ یہ ہیں لفرض تعلیم الکافر اذا طلب اور مسئلہ کچھ قرآن ہی کے ساتھ مختص نہیں ہے ابن بطال کے حوالہ سے الکتانی نے نقل کیا ہے کہ غیر مسلم خواہ اسلامی قلمرو کا باشندہ ہو یا غیر اسلامی علاقہ کا ہو قرآن و حدیث و فقہ کی تعلیم کا فتویٰ ابو حنیفہ و امام شافعی سبھوں نے دیا ہے دیکھو الکتانی کی تراتیب اداریہ ج ۲ صفحہ ۲۹۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہرحال اسی عام طریقہ کار کی وجہ سے یعنی قرآن و حدیث اور سارے دینی
وم کے سیکھنے اور سکھانے پڑھنے اور پڑھانے کی ابتدا ہی سے اسلام موالی اور غلاموں
متعلق حوصلہ افزائیوں سے کام لے رہا تھا، جس کا نتیجہ تھا کہ جیسے اپنے بچوں کو صحابہ
م پڑھاتے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے جو کچھ پایا تھا اس کو سکھاتے
ے، بجنسہٖ اسی طرح ان ہی بچوں کے ساتھ۔ وہ اپنے غلاموں کو بھی قرآن پڑھایا کرتے تھے
ر حدیثیں بھی سکھاتے تھے۔

بالآخر موالی کا یہ طبقہ قرآن و حدیث کی تعلیم کی طرف چل پڑا مسلمانوں میں جو فاتح
ے، یعنی عرب کچھ تو سیاسی الجھنوں میں ان کی عمومیت مبتلا رہی، جو فاتح ہونے کا قدرتی
تھا، ماسوا اس کے ہر ایک کے ساتھ علاوہ سیاسی رگڑوں جھگڑوں کے خاندانی
ے قضیئے بھی لپٹے ہوئے تھے بخلاف موالی کے کہ قید ہو کر وہ آتے تھے اس لیے نہ ان
ساتھ یہ خاندانی قضیئے تھے اور نہ سیاسی مشغلوں میں بھی الجھنے کا موقعہ خصوصاً اسلام
ابتدائی صدیوں میں ان کو عموماً ملا، اسی لئے دیکھا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے ان ہی غلاموں
وں ہی کہ آزاد ہونے کا موقعہ ملتا تھا، اور جیسا کہ معلوم ہے اسلامی قوانین ہی ایسے تھے
رت آزادی کے یہ مواقع پیش ہی آتے رہتے تھے تو سب یہی کرتے تھے یہ تو نہیں کہا
کتا لیکن تعلقات سے فرصت اور آزادی کو محسوس کرکے ان آزاد شدہ غلاموں کے
بڑے طبقہ کو ہم ان علوم و فنون کی تحصیل میں مشغول پاتے ہیں۔ جن میں ان کے اس دین
ترقیاں مضمر تھیں جسے اپنے فاتحوں کی ملکوتی صحبتوں میں وہ عموماً قبول کر لیتے تھے اور
وی سربلندیوں کی راہیں بھی دین کا یہی علم ان پر مسلسل کھولتا چلا جاتا تھا تابعین یعنی
ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں سے معلومات حاصل کرنے والوں میں مشہور شامی

ے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام مکحول جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سندھ سے وطنی تعلق رکھتے تھے سنہ ۱۱۸ھ میں وفات ہوئی جلالت قدر کا ان کی اسی سے اندازہ کیجئے کہ زہری جب اپنے زمانہ کے اہل علم کا تذکرہ کرتے تو کہتے کہ حقیقی عالم اس زمانہ میں تین ہی ہیں، اور تین میں مکحول کا بھی نام لیا کرتے تھے بہرحال یہی مکحول اپنی تعلیمی روداد بیان کرتے ہوئے شاگردوں سے کہا کرتے تھے کہ

عُتِقتُ بمصر فلم ادع بها علماً الا حویتہ فیما اری ثم اتیت العراق ثم المدینۃ فلم ادع بهما علماً الا حویت علیہ فیما اری ثم اتیت الشام فغربلتها ص۱۲۱ ج ۱ تذکرۃ الحفاظ

میں مصر میں آزاد کیا گیا آزاد ہونے کے بعد میں نے یہ کیا کہ مصر میں جو علم کا ذخیرہ تھا جہاں تک میرا خیال ہے اس پر حاوی ہوگیا (یعنی علماء سے اس کو سیکھ لیا) پھر میں عراق پہنچا، عراق کے بعد مدینہ آیا، ان دونوں شہروں میں بھی جو علم پھیلا ہوا تھا، اس کو جہاں تک سمجھتا ہوں میں نے سمیٹ لیا پھر شام آیا اور اس کو تو میں نے چھلنی میں چھان لیا۔

شاید اختصاراً بعض مقامات کا ذکر اس بیان میں انھوں نے ترک کر دیا ہے کیونکہ ان ہی کے بعض شاگردوں نے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں یعنی

طفت الارض فی طلب العلم

روئے زمین کا پھیرا میں نے طلب علم میں لگایا ہے یعنی اسلامی ممالک کے سارے علاقوں کا دورہ میں نے علم کی تلاش میں

---

۱ الذہبی وغیرہ نے لکھا ہے کہ سندھی ہونے کی وجہ سے آخر عمر تک وہ ق کا تلفظ کاف کرتے رہے جس سے معلوم ہوا کہ پنجاب کے باشندوں کی زبان پر اب بھی قاف کاف کی شکل جو اختیار کر لیتی ہے یہ کوئی نئی بات نہیں دیکھو تذکرۃ الحفاظ ص ۱۰۱ ج ۱

© rasailojaraid.com

کچھ بھی ہو آپ دیکھ رہے ہیں کہ آزاد ہونے کے ساتھ ہی طلب علم میں مشغول ہو جاتے کا جو دعویٰ مسلمانوں کے غلاموں کے متعلق میں نے کیا تھا، اس کی یہ کتنی واضح اور کھلی شہادت ہے۔

اور صرف یہی نہیں ان ہی موالی میں بعضوں کے حالات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حصول آزادی سے پہلے ہی وہ طلبِ علم میں مشغول ہو جاتے تھے۔

رُفیعؒ بن مہران جو ابو العالیہ الریاحی کے نام سے مشہور ہیں سنہ ۹۰ھ میں وفات ہوئی جلیل القدر تابعیوں میں ان کا شمار ہے اپنا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

کنت مملوکا اخدم اهلی فتعلمت القرآن ظاهراً والکتابة العربیة (ص ۸۲ ج ۷، ابن سعد)

میں غلام تھا اور اپنے مالک کی خدمت کیا کرتا تھا (اسی زمانہ میں) میں نے، قرآن زبانی یاد کر لیا، اور عربی خط سیکھ لیا۔

ان ہی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس علمی مذاق میں وہ تنہا نہیں تھے بلکہ غلاموں کا ایک طبقہ تھا، جو آزاد ہونے سے پہلے حفظِ قرآن میں ان کے ساتھ شریک تھا۔ قرآن کے پڑھنے میں غلاموں کا یہ گروہ کتنی محنت برداشت کیا کرتا تھا، یہی کہتے تھے کہ

کنّا عبیداً مملوکین منا من یؤدی الضریبة ومنا من یخدم اهله فکنا نختم کل لیلة مرة [۲]

ہم لوگ غلام تھے، بعض تو ہم میں مقررہ لگان[۱] جو مالکوں کی طرف سے مقرر کر دیا جاتا تھا) وہ ادا کرتے تھے، اور ہم میں بعض اپنے اپنے مالکوں کی خدمت

---

[۱] لگان ضریبہ کا ترجمہ کیا گیا ہے جیسے زمین کے مالک کاشتکاروں پر لگان لگا دیتے ہیں یہی طرزِ عمل غلاموں کے ساتھ بھی کیا جاتا تھا یعنی مہینہ یا ہفتہ یا روزانہ اتنی رقم اپنے آقا کو کما کر ادا کر دیا کریں۔ اس کے بعد جو بچی میں آئے کریں عرب اور دوسرے ممالک میں اس کا عام رواج اسلام سے پہلے بھی تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا کرتے تھے لیکن بایں ہمہ ہم لوگ ہر
شب میں قرآن ایک دفعہ ختم کر لیا کرتے تھے

کہا کرتے تھے کہ خوش قسمتی سے ان کو آخر میں ایک عربی خاتون نے خرید لیا اور ہاتھ پکڑ کر جامع مسجد لے گئی جمعہ کی نماز کے لئے خطیب منبر پر جا چکا تھا، اس خاتون نے امام اور نمازیوں کو خطاب کر کے کہا کہ

"لوگو! گواہ رہو، میں نے اس کو اللہ کے نام پر چھوڑ دیا، اب اس کا جو جی چاہے کرے"

پھر کیا تھا علم کا جو شوق اندر دبا تھا دل کھول کر اس کے پورا کرنے کا موقعہ ان کو مل گیا کہتے تھے کہ

"میرا حال یہ تھا کہ بصرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سنتا اور معلوم ہوتا کہ فلاں صحابی جو مدینہ میں ابھی زندہ ہیں وہ اس کے راوی ہیں تو اس وقت تک چین نہ لیتا جب تک کہ مدینہ پہنچ کر خود ان صحابی سے اس روایت کو نہ سنتا (ص۸۲ ج ۷، ابن سعد) ہر چیز سے الگ ہو کر آزادی کے ساتھ تحصیل علم کا وسیع میدان ان کے سامنے آگیا تھا اور جو بلندیاں دین و دنیا کی اس کی بدولت ان کو میسر آئی تھیں اس کو بیان کرتے ہوئے ہی ابو العالیہ کہا کرتے کہ

"خداوند تعالیٰ کی دو نعمتوں میں سے فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کس نعمت کا شکر زیادہ ادا کروں یعنی ایک نعمت تو یہ ہے کہ خدا نے مجھے مسلمان ہونے کی توفیق عطا فرمائی، اور اسی کے ساتھ دوسرا انعام خدا کا میرے ساتھ یہ ہوا کہ حروریہ کی جماعت سے اس نے مجھے نجات دی ص۸۲

میں نے جو یہ لکھا تھا کہ خاندانی تعلقوں، قضیوں کے سوا سیاسی بکھیڑوں میں اُلجھنے کے مواقع موالی کے لئے قدرتاً کم تھے، میرا تو خیال ہے کہ ابو العالیہ کے بیان کے آخری فقرے میں شاید اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حروریہ یعنی خارجیوں کی جماعت جیسا کہ معلوم ہے اسلامی حکومت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں یہ پہلی انارکسٹ جماعت تھی حکومتِ قائمہ کے خلاف شورش و فساد یہی ان کا مشغلہ تھا، ان ہی کا دوسرا نام خوارج بھی تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابوالعالیہ کو ان ہی انارکسٹوں نے شروع میں اپنا ہمنوا بنا لیا تھا، لیکن اس قسم کے سیاسی گھن چکروں کی بے حاصلی بہت جلد ان پر واضح ہوگئی، مسلمان ہو جانے کی وجہ سے دینی علوم کی رفعت و عظمت ان کے قلب میں قائم ہوئی اور سیاست کے ان ناپاک گورکھ دھندوں سے نکل جانے کی وجہ سے ان علوم کی تحصیل کا کھلا ہوا میدان ان کو مل گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک غریب عربی خاتون کے غلام کو دیکھا گیا کہ صرف صحابی ہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی عم زاد بھائی خیر الامت ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسی غلام کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں جیسا الذہبی نے خود ابوالعالیہ کی زبانی نقل کیا ہے کہ

کان ابن عباس یرفعنی علی سریرہ وقریش اسفل منہ ویقول ھکذا العلم یزید الشریف شرفا ویجلس کالملوک علی الاسرۃ ص۵۸ ج ۱

ابن عباس مجھے اپنے ساتھ اس تخت پر بٹھا لیا کرتے تھے (جس پر وہ خود بیٹھے ہوتے) اور قریش تخت کے نیچے فرش پر بیٹھے ہوتے ابن عباس تخت پر مجھے بٹھانے کے بعد قریش کے ان لوگوں کی طرف خطاب کر کے کہتے کہ علم یوں ہی آدمی کی عزت کو بڑھا دیتا ہے وہ بیٹھتا ہے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جس علم نے ان کو اتنی بلندی عطا کی تھی اس کے حصول میں ان ہی دو نعمتوں یعنی اسلام اور فتنہ انگیز سیاست سے نجات، چوں کہ ان ہی دونوں کو دخل تھا اس لئے خدا کی تمام نعمتوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں سب سے زیادہ ان کی نگاہ میں ان ہی دونوں نعمتوں کو بہت زیادہ اہمیت تھی حالانکہ ملوکِ بنی اُمیہ جنھوں نے اسلام کے نظریۂ خلافت کو مسترد کر کے اپنی ساری سیاسی بازی گریوں کا محور اس نصب العین کو بنا لیا تھا کہ بخت و اتفاق سے جو حکومت ان کے ہاتھ لگ گئی ہے اس کا تسلسل ان ہی کے خاندان میں باقی رہے پھر اس نصب العین کے تحت جن ناکردنیوں کے ارتکاب پر وہ آمادہ ہوئے ان سے کون ناواقف ہے؟ ایک طرف ان کا یہ حال تھا کہ عربی ہی نہیں قریشی، بلکہ قریشیوں میں بھی بنی ہاشم جن سے قریب ترین رشتہ دار عربی قبائل میں ان کا کوئی نہ تھا، ان کے درپئے آزار تھے، بنی ہاشم کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے جو تعلق تھا، اس راہ میں اس کا خیال بھی ان کے سامنے کبھی نہیں آیا لیکن دوسری طرف جیسا کہ سیاست کا عام قاعدہ ہے سادہ لوح عوام کی آنکھوں میں خاک جھونک کر کام نکالنے والے کام نکالتے ہیں دیکھا جاتا تھا کہ بنی اُمیہ کے یہی حکمران عربوں کی قدیم جاہلی حمیت جس کا اسلام خاتمہ کر چکا تھا اسی میں نئی روح پھونک رہے ہیں اسی کا نتیجہ تھا کہ موالی جن کا عموماً عربوں سے نسلی تعلق نہ تھا، باوجود مسلمان ہونے کے عموماً ان حقوق سے بنی اُمیہ کے عہد میں محروم کر دئے گئے تھے جو اسلام ان کو عطا کر چکا تھا، کسی اور سے نہیں امام الائمہ امام ابو حنیفہ سے ان کے مشہور شاگرد حسن بن زیاد القاضی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ امام صاحب فرماتے تھے۔

کانت ولاۃ بنی امیۃ لا یدعون بالموالی من الفقہاء للفتیا۔ مناقب للوارزمی منٹ ج ۱	بنی امیہ کے حکام اور افسروں کا قاعدہ تھا کہ فتویٰ دریافت کرنے کے لئے الموالی کے فقہاء کو نہیں بلایا کرتے تھے۔

اور یہ تو خیر معمولی بات تھی، خیال تو کیجئے بصرہ کے مشہور امام عبداللہ بن عون جن کا تذکرہ کرتے ہوئے ذہبی نے لکھا ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علم میں وہ اپنے وقت کے امام تھے خدا پرستی ریاضت وعبادت میں ان کا شمار چوٹی کے بزرگوں میں تھا، اپنی ایک ایک سانس کی نگرانی کرتے تھے کہ بیکار ضائع نہ ہو، الغرض ان کی شان بہت بڑی تھی ص۱۴۸ ج ا تذکرۃ الحفاظ

لیکن جانتے ہیں کہ اسی کبیر الشان راسخ فی العلم والتالہ حافظ حدیث فقیہ جلیل کو محض اس لئے کہ چونکہ نسلاً عرب نہیں بلکہ موالی میں سے تھے بصرہ کے گورنر بلال بن ابی بردہ نے باندھ کر کوڑے سے پٹوایا اور کس جرم میں پٹوایا ابن سعد نے لکھا ہے۔

لانہ تزوج امراۃ عربیۃ ص۲۶ ج، قسم دوم — اس لیے پٹوایا کہ ایک عربی نژاد خاتون سے انھوں نے نکاح کیا تھا۔

اسلام نے تو زنا کی سزا تازیانہ مقرر کی ہے، لیکن ایک مسلمان نے ایک مسلمان عورت سے باوجودیکہ نکاح کیا تھا، مگر چونکہ نکاح کرنے والا نسلاً عربی نہیں تھا اس لیے عربی خاتون سے اس کے نکاح کو بھی العیاذ باللہ اس جاہلی حکومت نے گویا سفاح ہی قرار دے رکھا تھا اور جب ابن عون جیسے آدمی کے ساتھ حکومت کا یہ برتاؤ تھا تو عام موالی کا جو حال ہو گا ظاہر ہے مگر اسی کے ساتھ

---

[1] الذہبی کے حوالہ سے جیسا کہ میں نے نقل کیا ہے درحقیقت اپنے وقت کے ابن عون بہت بڑے آدمی تھے رجال وسیر کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ ان کے حالات لکھے گئے ہیں علم وفضل زہد وعبادت کے سوا اخلاقی معیار بھی غیر معمولی طور پر بلند تھا، لکھا ہے کہ ان کی ایک بڑی قیمتی اونٹنی تھی جسے اس کی خوبیوں کی وجہ سے ابن عون بہت چاہتے تھے اسی پر حج بھی کرتے تھے اور جہادی مہموں میں بھی اسی پر سوار ہو کر تشریف لے جاتے ان کا غلام جو اس اونٹنی کی خدمت کرتا تھا ایک دن ایسا کوڑا اس بیچاری کو رسید کیا کہ اس کی ایک آنکھ پھوٹ کر بہ گئی، غلام کے ہوش بھی جاتے رہے اور دیکھنے والوں نے بھی دل میں کہا کہ آج ابن عون کا دن دیکھنے کا دن ہو گا یعنی آج بھی غصہ ان کو نہ آئے مشکل ہے بہرحال غلام اونٹنی کے ساتھ سامنے آیا۔ دیکھا دیکھ کر بولے تو صرف اتنا بولے کہ بندہ خدا چہرہ کے سوا

(بقیہ ص ۱۴۸ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس واقعہ کو بھی نہ بھولنا چاہیے کہ یہ سارا قصہ جو کچھ بھی تھا، وقت کے حکمرانوں تک محدود تھا ان کو نہ تو عرب سے فی الحقیقت بحث تھی اور نہ غیر عرب سے سروکار تھا ان کے سامنے اپنی خاندانی جھچھوری خودغرضی کے سوا کوئی بلند نصب العین نہ تھا۔ بنی امیہ نے اپنے زمانہ میں عربوں کو ابھار کر کام نکالنا چاہا ان کے بعد جب عباسی آئے تو اپنے مقاصد کے لحاظ سے عربوں کے دبانے میں ان کو کامیابی نظر آئی، پھر کون نہیں جانتا کہ ان ہی عباسیوں نے اور جو کچھ کیا اس

(بسلسلۂ صفحہ گذشتہ) مارنے کے لئے اور کوئی جگہ نہ تھی، پھر غلام کی طرف خطاب کرکے فرمایا جا! میں نے تجھے آزاد کردیا۔ یہ تھا سارا غصہ جس کا ظہور اس شکل میں ہوا۔ وہی بلال بن ابی بردہ جس نے کوڑے سے ان کو پٹوایا تھا لکھا ہے کہ کسی دن ابن عون سے نہیں سنا گیا کہ بلال کے مظالم کا کسی سے عمر بھر انھوں نے کبھی ذکر کیا ہو۔ ایک دن ان کی مجلس میں کسی صاحب نے بلال کا نام لے کر کچھ کہنا چاہا روک کر بولے سنو! لوگ ظالم کے ظلم کا چرچا کچھ اس بُری طرح شروع کردیتے ہیں اور اتنی کثرت کے ساتھ اس کو بُرا بھلا کہنے لگتے ہیں کہ آخر میں ظالم ہی مظلوم بن جاتا ہے یہ بلال بن ابی بردہ اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں بصرہ کے والی (گورنر) تھے۔ ایک دلچسپ لطیفہ ابن عون کے متعلق مورخین نے یہ نقل کیا ہے کہ بصرہ میں چند مکانات ابن عون کے تھے جو کرایہ پر چلتے تھے۔ لوگوں نے محسوس کیا کہ عموماً مسلمانوں کو کرایہ پر مکان دینے سے کچھ گریز کرتے ہیں۔ وجہ پوچھی گئی بولے کرایہ داروں کا قاعدہ ہے کہ ختم ماہ پر کرایہ کی فکر ان کی جان کھانے لگتی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنی طرف سے کسی مسلمان کے قلب میں دہشت اور خوف ڈالوں۔ خود اپنے دو منزلہ مکان کی بالائی منزل پر رہتے تھے اور نچلی منزل عیسائیوں کو کرایہ پر دے رکھی تھی کہتے تھے کہ بجائے مسلمانوں کے نصرانیوں کو اپنے نیچے رکھنا زیادہ بہتر خیال کرتا ہوں۔ وفات بھی ان کی عجیب طرح سے ہوئی جمال جہاں آرا رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی دید کی تمنا رکھتے تھے آخر ایک دفعہ خواب میں یہ دولت بیدار میسر آئی۔ آنکھیں دفعتہً کھلی تو مسرت سے اتنے بے خود تھے کہ اوپر سے نیچے اُترتے ہوئے قدم کو سنبھال نہ سکے جھک کر گر پڑے۔ سخت چوٹ آئی لوگوں نے لاکھ اصرار کیا کہ علاج کرائیے لیکن راضی نہ ہوئے۔ غالباً جینے کا جو مقصد تھا وہ پورا ہوچکا تھا۔ اسی میں وفات ہوئی سنہ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

ابن سعد ج ۷ قسم دوم ص ۲۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی داستان توطویل اور کافی دردناک ہے. لیکن عباسیوں کی حکومت کے بانی ابراہیم الامام نے ابومسلم خراسانی کے نام یہ فرمان جو لکھا تھا تاریخوں میں اب تک وہ محفوظ ہے یعنی

لا یدع بخراسان من یتکلم بالعربیة — ہر وہ شخص جو عربی بولتا ہو اس کو خراسان میں زندہ نہ چھوڑا جائے

کامل ابن اثیر ص۱۳۷ ج ۵

لیکن ان حکمرانوں کے حالات کو عام اُمتِ مسلمہ کی طرف منسوب کر دینا نہ صرف غلطی بلکہ میرے نزدیک بدترین علمی خیانت ہے یہ سچ ہے کہ ملوکِ بنی اُمیہ موالی کو حقارت کی نظروں سے دیکھتے تھے لیکن خود مسلمانوں کا حال کیا تھا. یہ تو اور خانوادۂ نبوت کے گوہرِ شب چراغ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ابن سعد ہی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت والا نے اپنے غلام کو آزاد کیا اور آزاد کرنے کے بعد اپنی صاحبزادی صاحبہ کا اسی مولیٰ سے نکاح کرادیا اسی کے ساتھ اپنی ایک شرعی لونڈی کو بھی آزاد کرکے خود اپنا نکاح اس سے کیا. یہ خبر دارالحکومت دمشق پہنچی اور عبدالملک حکمران وقت کو حضرت کے اس فعل کی جب خبر ہوئی تو آگ بگولا ہوگیا لیکن کیا کر سکتا تھا، صرف ایک خط حضرت کے نام لکھا جس میں آپ کی خاندانی شرافت و نجابت کا ذکر کرکے سخت ملامت کی، حضرت والا کو عبدالملک کا جب یہ خط ملا تو جواب میں ارقام فرمایا گیا۔

قد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة قد اعتق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفیة بنت حیی وتزوجها واعتق زید بن حارثه وزوجه ابنة عمته زینب بنت جحش ص۱۵۶ ج ۵ ابن سعد

یقیناً تم لوگوں کے لئے بہترین نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہودیہ خاتون) صفیہ بنت حیی کو آزاد فرمایا اور ان سے نکاح کیا. اسی طرح زید بن حارثہ (اپنے غلام)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو آزاد کیا اور اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت
جحش سے اسی آزاد شدہ غلام زید کا عقد
کر دیا تھا۔

حضرت امام زین العابدین کے حالات میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے مولیٰ زید بن اسلم جن کا مسجد نبوی میں تعلیمی حلقہ تھا عموماً استفادے کے لئے اسی حلقہ میں جا کر شریک ہوتے، بعض جاہلی حمیت والوں نے پوچھا بھی کہ قریش کی مجلس کو چھوڑ کر ایک مولیٰ کے حلقہ میں جا کر آپ بیٹھتے ہیں اس وقت بھی ارشاد ہوا کہ

جس سے نفع پہنچے، آدمی کو وہیں بیٹھنا چاہیے۔ صفحہ ۱۶۱ ج ۵ ابن سعد

ابھی آپ مجھ ہی سے ابو العالیہ کا وہ قصہ سن چکے صنادید قریش نیچے بیٹھے رہے، اور ابن عباسؓ نے ابو العالیہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ تخت پر بٹھا لیا۔ ابن سعد میں اسی روایت کا جن الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بصرہ ہی کا یہ واقعہ ہے جہاں کی جامع مسجد میں لا کر ابو العالیہ کو ان کی مالکہ نے خدا کے نام آزاد کیا تھا، بلکہ اسی میں یہ بھی ہے کہ ابو العالیہ اس قصے کو بیان کرتے ہوئے کہتے تھے کہ

دخلت علی ابن عباس وھو امیر البصرۃ فناولنی یدہ حتی استویت معہ علی السریر ص ۸۲ ج ۷ ابن سعد	میں ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہوا اس زمانہ میں وہ بصرہ کے امیر (گورنر) تھے مجھے دیکھ کر ابن عباسؓ نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا (اور پکڑ کر) مجھے اپنے ساتھ بٹھایا حتیٰ کہ اس تخت پر بالکل ان کے برابر بیٹھ گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی میں یہ بھی ہے کہ اس وقت ابوالعالیہ معمولی گھٹیا درجہ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے[1] اور ایک یہی کیا، فاروق اعظمؓ کے صاحبزادے ان ہی دنوں میں جب بنی اُمیہ موالی کے ساتھ وہ سلوک کر رہے تھے جس کی طرف اشارہ کیا گیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا گیا تھا کہ بنی مخزوم کے مولی (آزاد کردہ غلام) مجاہد بن جبر گھوڑے پر سوار ہیں، اور ابن عمرؓ ان کی رکاب تھامے ہوئے ہیں خود مجاہد بیان کرتے ہیں کہ

ربما اخذ لی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما بالرکاب۔ ص۸۶ تذکرہ ج ۱

بسا اوقات ابن عمرؓ میرے گھوڑے کی رکاب تھام لیتے،

اور یہ اسی علم کا نتیجہ تھا جسے صحابہ کی صحبتوں میں مجاہد نے حاصل کیا تھا، آج بھی ان کا شمار ائمہ مفسرین میں ہے[2]۔

ظاہر ہے کہ امام زین العابدینؒ، ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے اکابر کے مقابلہ میں مسلمانوں کی عام جماعت حکومت کی کیا پرواہ کر سکتی تھی غلام طبقہ کے علماء کی عظمت و احترام کا عام مسلمانوں میں یہ حال تھا کہ اور تو اور پیغمبرؐ کے شہر مدینہ میں کوفہ کے مولی عالم حکم بن عتبہؒ جب کبھی تشریف لاتے تو لکھا ہے کہ

اخلوا لہ ساریۃ النبی صلی اللہ علیہ | نبی حکم کے خیال سے تاکہ ان کو نماز پڑھنے

---

[1] ابوالعالیہ ہی کا بیان ہے کہ کل پندرہ درہم دام ان سارے کپڑوں کا تھا جو میرے جسم پر تھے، پھر بوچھئے پر تفصیل بھی بتائی کہ لنگی ۴ درہم میں اس وقت مل جاتی تھی۔ اور رازی کپڑے کا تھان بارہ درہم میں خرید کیا کرتا تھا جس سے میری چادر اور عمامہ دونوں بن جاتے تھے ان کے اس بیان سے اس زمانہ میں کپڑوں کی ارزانی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ دیکھو ص۸۵ ج ۷ قسم دوم

[2] یہ وہی مجاہد بن جبر ہیں جنہوں نے بحیرۂ روم کے مشہور جزیرہ رودس میں قیام اختیار کر لیا تھا اور وہاں لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ البلاذری ص۲۴۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وسلم | ص۱۱ تذکرہ ج ۱ | کا موقعہ ملے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستون کو (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے نماز پڑھنے کی جگہ ان کے لئے مدینہ والے خالی چھوڑ دیتے تھے۔

ان ہی موالی علماء میں کوفہ ہی کے ایک مشہور عالم حبیب بن ثابت تابعی ہیں، ابو یحییٰ القتات کے حوالہ سے ذہبی ہی نے نقل کیا ہے کہ طائف کے سفر میں میں ان کے ساتھ تھا، ابو یحییٰ کا بیان ہے کہ جس وقت طائف میں ہمارا داخلہ ہوا تو حبیب کے احترام میں وہاں کی خلقت کچھ اس طرح ٹوٹی پڑتی تھی کہ

کانما قدم علیہم نبی | ص۱۱ ج ا تذکرۃ | ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوفہ والوں کے پاس کوئی پیغمبر آگیا ہے۔

موالی کے اس طبقہ کے ساتھ عام مسلمانوں کی اسی احترامی گرویدگی کا نتیجہ تھا کہ مسلمان تو مسلمان حد یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ اس زمانے کے یہود و نصاریٰ کا بھی حال یہ ہو گیا تھا کہ منصور بن زاذان جو اسی موالی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے، واسطہ میں قیام تھا جب ان کی وفات ہوئی تو عباد بن العوام جو اس وقت کم سن تھے اور جنازے میں منصور کے شریک تھے بیان کرتے ہیں کہ

فرائت النصاری علی حدۃ والیھود علی حدۃ | میں نے منصور کے جنازے میں (مسلمانوں) کے سوا دیکھا کہ عیسائیوں کا ایک گروہ بھی الگ اس جنازے میں شریک ہے اور یہودیوں کا گروہ بھی الگ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اتنا ہجوم تھا کہ عباد کہتے ہیں

قد اخذ خالی بیدی من کثرۃ الزحام — میرے ماموں نے میرا ہاتھ ہجوم کی کثرت کے خوف سے پکڑ لیا۔

ص۱۳۲ تذکرہ

"مسلمان اور موالی" کا یہ عنوان اتنا وسیع ہے کہ اس پر جاننے والے چاہیں تو اچھی خاصی کتاب لکھ سکتے ہیں میں نے چند جستہ جستہ مثالیں جو رجال کی عام کتابوں میں درج ہیں ان کا ذکر کر دیا ہے۔ سچ پوچھئے تو ان بے اعتنائیوں کے باوجود جو حکومت ان موالی کے ساتھ اختیار کئے ہوئے تھی لیکن پھر بھی بسا اوقات اسی حکومت کو رائے عامہ کے سامنے جھکنے پر مجبور ہونا پڑتا تھا۔

مصر کے مولیٰ عالم وفقیہ یزید بن حبیب کے حالات میں لکھا ہے کہ بیچارے حالانکہ حبشی خاندان کے آدمی تھے، کہ ابن لہیعہ یہ کہنے کے بعد کہ کان اسود نوبیا (یزید سیاہ حبشی تھے) کہتے کہ کانہ فحمۃ (گویا یزید کوئلہ تھے) مگر علم وفضل ودیانت وتقویٰ کا جو نور اُن سے پھوٹ پھوٹ کر سارے مصر کو منور کئے ہوئے تھا اس نے مصر میں یہ حالت پیدا کر دی تھی کہ حکومت کی گدی پر نیا حکمراں جب بیٹھتا، اور بیعت لینے والے مصر کے باشندوں سے بیعت لینے کے لئے جب آتے تو ہر ایک کا جواب یہی ہوتا کہ یزید بن حبیب، اور ان ہی کے ہم عصر ایک دوسرے مولیٰ عالم عبید اللہ بن ابی جعفر جو کچھ کریں گے وہی ہم بھی کریں گے الذہبی نے لیث بن سعد کے حوالہ سے ان کا یہ فقرہ نقل کیا ہے کہ

هما جوهرتا البلاد کانت البیعة اذا جاءت للخلیفة هما اول من یبایع ثم — یہی دونوں (یعنی یزید اور عبید اللہ) ملک کے تابناک جواہر تھے جب خلیفہ کی طرف سے بیعت لینے کے لئے لوگ آتے تو یہی

ص۱۲۲ ج ۱ تذکرہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دونوں پہلے بیعت کرتے تھے۔

یہی لیث بن سعد جن کا ذکر پہلے بھی کہیں گزر چکا کہ مصر کے امراء میں تھے لیکن جب یزید کا ذکر کرتے تو کہتے کہ

[illegible] — یزید ہمارے ملک کے عالم ہیں، یزید ہمارے سردار اور پیشوا ہیں،

مصر میں لیث بن سعد کا جو مقام تھا اس سے آگاہ ہونے کے بعد اس "سیدنا" کے لفظ کا صحیح وزن آدمی محسوس کر سکتا ہے یا بصرہ کے مشہور محدث ایوب السختیانی جو موالی ہی میں سے تھے خواجہ حسن بصری ان کا تذکرہ کرتے ہوئے بصری مجلسوں میں کہتے

[illegible] — بصرہ کے نوجوانوں کے سردار وہی ہیں

اسی طرح سوار بن عبد اللہ کے حوالے سے ابن سعد نے نقل کیا ہے کہا کرتے تھے کہ

[illegible] — محمد بن سیرین اور خواجہ حسن بصری یہ دونوں خاندان موالی سے تعلق رکھتے تھے اس شہر کے سردار ہیں عربوں کے بھی اور غیر عربوں کے بھی۔

اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بصرہ کے باشندوں پر ان اقوال کا کیا اثر پڑتا ہوگا۔ جاتی ہے حکومت لاکھی کے زور سے لوگوں کو اپنے سامنے جھکا لیتی تھی لیکن سچ کہا ہارون کی ملکہ زبیدہ نے جب ہارون کے ساتھ سفر میں تھی اور شہر رقہ میں قیام تھا، اسی عرصے میں عبد اللہ بن المبارک جو علماء موالی ہی میں تھے، خبر مشہور ہوئی کہ آج شہر میں آنے والے ہیں، لکھا ہے کہ زبیدہ ایک اونچے قصر کے جھروکے کے اوپر سے شہر کے بڑے سوار کا نظارہ کر رہی تھی کہ اچانک غل شور ہنگامہ کی آواز بلند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئی بقول خطیب انقطعت الشسوع وتقطعت النعال (گرد اڑی جوتیاں لوگوں کی ٹوٹ رہی تھیں) زبیدہ نے پوچھا کہ قصہ کیا ہے۔ جس وقت یہ جواب دیا گیا کہ ابن المبارک آج رقہ آرہے ہیں شہر والے ان کے استقبال کو نکلے ہیں، تو کہنے لگی۔

هذا والله الملك لا ملك هارون	یہ ہے خدا کی قسم حکومت نہ کہ ہارون کی
الذی لا یجمع الناس الا بشرط	حکومت جس کے لئے لوگ پولیس اور
واعوان صـ۱۵۶ ج ۱۰ تاریخ بغداد	پولیس کے ملازمین کے ذریعہ جمع ہوتے ہیں

آخر خود سوچئے یہ روایت حضرت ابن عباسؓ کے مولیٰ عکرمہ کے متعلق ابن سعد نے ایوب السختیانی کے حوالے سے نقل کی ہے اگر صحیح ہے کہ عکرمہ جب بصرہ پہنچے تو

فاجتمع الناس علیہ حتی اصعد فوق	لوگ عکرمہ کو دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑے
ظہر بیت [illegible] ج ۵	حتیٰ کہ گھر کی چھتوں پر بھی چڑھ گئے

[illegible] اور [illegible] کے ساتھ [illegible] کیوں تعجب کیا جائے۔

بہرحال ان قصوں کو کوئی کہاں تک بیان کرے اسلامی تاریخ کے اوراق ان کے ذکر سے معمور ہیں۔ میری غرض ان واقعات کے ذکر سے یہ ہے کہ موالی کا جو طبقہ مسلمانوں میں تھا ان کے مذکورہ بالا خصوصیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوچنا چاہئے۔ نہ صرف دین بلکہ دنیا میں جس علم کی بدولت حکومت کے علی الرغم رفعت و اقتدار کی راہیں ان پر کھل رہی تھیں اس علم سے ساتھ ان کے انہماک و استغراق کی جو کیفیت ہو سکتی ہے کیا کوئی اس کی حد مقرر کر سکتا ہے اس سلسلے میں جو کارنامے بھی ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، کیا کسی وجہ سے ان میں شک کرنے کی گنجائش پیدا ہو سکتی ہے میں تو کہتا ہوں کہ عبد الملک بن مروان مروانی حکمران اور زہری کے جس مکالمہ کا کتابوں میں تذکرہ کیا گیا ہے یعنی کہتے ہیں کہ ابن شہاب زہری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبدالملک کے دربار میں ایک دفعہ پہنچے تو اس نے پوچھا کہ زہری کیا بتا سکتے ہو کہ مسلمانوں کے مختلف امصار اور شہروں میں آج کل سب سے بڑے عالم جو مرجع انام ہوں کون کون لوگ ہیں، زہری نے کہا کیوں نہیں۔ فرمایئے کس کس شہر کے ائمہ کو بتاؤں عبدالملک نے حسب ذیل ترتیب سے پوچھنا شروع کیا۔

عبدالملک ۔ تم اس وقت کہاں سے آرہے ہو۔

زہری ۔ مکہ معظمہ سے۔

عبدالملک ۔ مکہ میں کس شخص کو چھوڑ کر آئے جو اس وقت مکہ والوں کی پیشوائی کر رہا ہے

زہری ۔ عطا ابن ابی رباح۔

عبدالملک ۔ عرب خاندان کے آدمی ہیں یا موالی سے ان کا تعلق ہے۔

زہری ۔ موالی سے۔

عبدالملک ۔ کس چیز نے عطا کو یہ مقام عطا کیا۔

زہری ۔ دین اور حدیثوں کی روائت نے۔

عبدالملک ۔ ٹھیک ہے یہ دونوں چیزیں ہیں ہی ایسی کہ آدمی کو پیشوائی عطا کریں۔ خیر بتاؤ کہ یمن کا امام اور پیشوا مسلمانوں کا آج کل کون ہے۔

زہری ۔ طاؤس بن کیسان۔

عبدالملک ۔ کیا عرب سے نسلی تعلق رکھتے ہیں، یا موالی سے ہیں۔

زہری ۔ موالی سے۔

عبدالملک ۔ اس شخص کو کس چیز نے یہ بڑائی عطا کی۔

زہری ۔ ان ہی باتوں نے جس نے عطا کو بڑھنے کا موقعہ دیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبدالملک ۔ اچھا مصر کا امام ان دنوں کون ہے ۔

زہری ۔ یزید بن ابی حبیب ۔

عبدالملک ۔ عرب ہیں یا موالی میں سے یہ بھی ہیں ۔

زہری ۔ موالی ہی سے ان کا بھی تعلق ہے ۔

عبدالملک ۔ اور شام کا پیشوا آج کل کون ہے ۔

زہری ۔ مکحول ۔

عبدالملک ۔ عرب یا موالی ۔

زہری ۔ موالی سے ان کا بھی تعلق ہے ۔ غلام تھے ۔ قبیلۂ ہذیل کی ایک عورت نے ان کو آزاد کیا تھا ۔

عبدالملک ۔ جزیرہ (یعنی فرات و دجلہ کے درمیانی علاقوں) کا امام کون ہے

زہری ۔ میمون بن مہران ۔

عبدالملک ۔ مولیٰ ہیں یا عربی ۔

زہری ۔ مولیٰ ۔

عبدالملک ۔ خراسان کا سب سے بڑا آدمی آج کل کون ہے ۔

زہری ۔ ضحاک بن مزاحم ۔

عبدالملک ۔ مولیٰ یا عربی ۔

زہری ۔ مولیٰ ۔

عبدالملک ۔ بصرہ کا بتاؤ کہ امام کون ہے ۔

زہری ۔ حسن بن ابی الحسن (یعنی خواجہ حسن بصری)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبدالملک۔ موالی ہیں یا عربی۔

زہری۔ موالی۔

عبدالملک۔ ویلک (تجھ پر افسوس ہے) آخر کوفہ میں مسلمانوں کی دینی پیشوائی کی باگ کس کے ہاتھ میں ہے۔

زہری۔ ابراہیم النخعی۔

عبدالملک۔ کیا یہ بھی موالی ہیں یا عربی النسل؟

زہری۔ جی ہاں! یہ عربی النسل عالم ہیں۔

عبدالملک۔ اف! زہری اب جاکر تم نے ایک بات سنائی جس سے غم کا دل میرے دل سے کچھ ہٹا بعض روایتوں میں ہے کہ عبدالملک نے کہا کہ یہ آخری جواب تم اگر نہ سناتے تو قریب تھا کہ میرا کلیجہ پھٹ جائے۔

اس کے بعد عبدالملک اپنے درباریوں کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا۔

قطعاً یہ موالی (غیر عربی مسلمان) عرب کے سردار اور پیشوا بن کر رہیں گے یہ ہو کر رہے گا کہ منبر پر ایک مولی چڑھا ہوا خطبہ پڑھ رہا ہے اور اسی منبر کے نیچے عرب بیٹھے ہیں۔

غیظ و غضب کے لہجہ میں عبدالملک یہ اور اسی قسم کی باتیں جوش میں کہہ رہا تھا، زہری نے کہا کہ

"امیرالمومنین! یہ اللہ کی بات ہے اور اس کا دین ہے جو بھی اس کا علم حاصل کرے گا اور اس کا عالم بنے گا، دینی پیشوا بن جائے گا، اور جو اس علم سے بے اعتنائی اختیار کریں گے، وہ گریں گے ان کو گرنا پڑے گا[1]۔

---

[1] اس مکالمہ کا تذکرہ حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث صفحہ ۱۹۵ پر بھی کیا ہے۔ حاکم کے سوا ابن صلاح نے

(بقیہ صفحہ ۲۵ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بے چارے عبدالملک کے لئے موالی کا یہ حال سخت دماغی کوفت کی وجہ بنا ہوا تھا، اسلام نے ہر عربی و غیر عربی کو عام اجازت دے رکھی تھی بلکہ سب سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ قرآن پڑھیں، حدیثیں سیکھیں، فقیہ بنیں، اجتہاد کریں، اسی بنیاد پر لوگ سیکھ رہے تھے سب کو سکھایا جا رہا تھا، پڑھایا جا رہا تھا، اور اپنے اپنے علم اور کمال کے مطابق مسلمانوں میں امتیازی مقامات کے مالک بنتے چلے جا رہے تھے۔ دلچسپ لطیفہ یہ ہے کہ خود عبدالملک کو ضرورت اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے معلم کی ہوئی۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ باوجود تلاش کے عبدالملک کی نظر میں جو آدمی جنچا، اُن کا تعلق بھی موالی ہی کے طبقہ سے تھا، ان کا نام اسماعیل بن عبیداللہ بن ابی المہاجر تھا۔ بیچارہ کیا کرتا، مجبوراً ان ہی کو شہزادوں کا معلم مقرر کرنا پڑا۔ لکھا ہے کہ اس خدمت پر اسماعیل کو مقرر کرنے کے بعد عبدالملک نے کہا۔

عرب اور غیر عرب (یعنی عجمیوں) کے تعلقات کی جو نوعیت ہو گئی ہے، عجیب ہے سچ ہے تو اس کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ ان ایرانیوں ہی کو دیکھو، حکومت کی باگ صدہا سال ان کے ہاتھوں میں رہی۔ اس پورے طویل عرصہ میں ان کو ہماری یعنی عرب کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی ایک مردک نعمان بن منذر کا نام لیا جاتا ہے جس سے ایرانی حکومت نے کام لیا تھا۔ اور پھر یہ قصہ بھی زیادہ دن تک جاری نہ رہ سکا اس عرب نعمان کو بھی آخر ایرانی قتل کر کے رہے اور ہمارا حال یہ

(بسلسلۂ صفحہ گذشتہ) مقدمہ میں، سیوطی نے تدریب میں، سخاوی نے فتح المغیث میں بھی اس قصہ کو دہرایا ہے محدثین کی کتابوں کے علاوہ فقہاء کے طبقات و مناقب میں بھی اس مکالمہ کا معمولی رد و بدل سے ذکر ملتا ہے۔ بعض روایتوں میں بجائے عبدالملک کے دوسرے اموی خلفاء کی طرف اس مکالمہ کو منسوب کیا گیا ہے نیز بعض کتابوں میں بجائے ابراہیم کے نخعی الننسل عالم سعید بن المسیب عالم مدینہ کو قرار دیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ کتنے دن ہوئے ہمارے ہاتھ حکومت آئی ہے۔ لیکن غیر عربی اقوام سے مدد لینے پر اس مختصر مدت میں بھی ہم مجبور ہو گئے ہیں، حد یہ ہے کہ تعلیم تک میں ہم ان عجمیوں کے دست نگر ہو چکے ہیں۔ اسی اسماعیل بن عبید کو دیکھو! امیر المؤمنین (مسلمانوں کے بادشاہ) کے بچوں کو پڑھاتا ہے اور کیا پڑھاتا ہے۔ عربیت سکھاتا ہے ص ۲۷ ج ۲ ابن عساکر

عبد الملک کے سامنے یہی نکتہ تو اوجھل تھا کہ اسلام صرف عرب کے لئے یا ان کو ساری دنیا کا فاتح بنانے اور دنیا کو ان کا مفتوح بنانے کے لئے نہیں آیا تھا، ایرانی ایران کے لئے اٹھے تھے۔ اس لئے ایران کے سوا جو بھی ان کے دائرہ حکومت میں تھے، کسی کو ابھرنے کا موقع نہ دیتے تھے، اور نہ دے سکتے تھے، لیکن اسلام تو عام انسانیت اور سارے بنی آدم کی زندگی کا پیغام تھا۔ بے چارہ عبد الملک اسلام کو عربیت کا مرادف قرار دینا چاہتا تھا۔ لیکن یہ اس کے بس کی بات نہ تھی اسلام لانے کی وجہ سے ان غیر عربی موالی کی نظر میں اتنی بلندی پیدا ہو جاتی تھی کہ حکومت کے ہتھکنڈوں کے شکار بھی وہ نہیں ہو سکتے تھے۔ ان ہی اسماعیل بن عبید کے حال میں لکھا ہے کہ عبد الملک نے بلا کر جب فرمائش کی کہ میرے بچوں کو پڑھاؤ تمہیں کافی معاوضہ دیا جائے گا۔ روئے زمین کا اس وقت جو سب سے بڑا طاقتور بادشاہ تھا، یہ اس کا فرمان ہے لیکن اسماعیل نے انتہائی سادگی کے ساتھ جواب دیا کہ

امیر المؤمنین! میں معاوضہ کیسے لے سکتا ہوں مجھ کو ام الدرداء نے ابو درداء صحابی کے حوالہ سے یہ روایت سنائی ہے کہ رسول اللہؐ فرماتے تھے کہ قرآن کی تعلیم پر جو اجرت لے گا قیامت کے دن اس کے گلے میں آگ کی کمان چڑھائی جائے گی۔

استغنا اور بے نیازی کے اس جواب کو سن کر عبد الملک اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکا کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"قرآن کی تعلیم کا معاوضہ میں نہیں دوں گا، خود غیرہ سکھاوگے اس کا معاوضہ پیش کردوں گا۔"[1]

سخاوی نے فتح المغیث میں ایک بدوی کا لطیفہ نقل کیا ہے جو بصرہ آیا تھا لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کا سب سے بڑا آدمی مسلمانوں کا پیشوا آج کل کون ہے۔ لوگوں نے خواجہ حسن بصری کا نام لیا۔ بولا کہ عرب ہیں یا موالی سے تعلق رکھتے ہیں۔ کہا گیا کہ موالی میں ہیں گھبرا کر بدوی نے کہا کہ پھر اتنا بلند ہونے کا موقعہ اس کو کیسے مل گیا۔ واللہ اعلم یہ جواب کس نے دیا، لیکن حکیمانہ فقرہ تھا، بدوی سے کہا گیا۔

ساد هم بحاجتهم الی علمه وعدم احتیاجه الی دنیاهم صـ۴۹۹ فتح المغیث	عربوں کو حسن بصری کے علم کی ضرورت تھی اور اس کو عربوں کی (مفقودہ دنیا) کی حاجت نہ تھی اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ باوجود عربی نہ ہونے کے) ان کا سردار بن گیا

کہتے ہیں کہ یہ سن کر بدوی ہنسا اور بولا

ھٰذا لعمرك هو السودد	تمہاری زندگی کی قسم یہ ہے سرداری۔

خواجہ حسن بصری نے اپنے علم اور معلومات کا مسلمانوں کو کس حد تک محتاج بنا دیا تھا۔ اس کا اندازہ اسی سے کیجیے کہ علی بن زید جو مکہ کے مشہور رئیس عبداللہ بن جدعان کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اسی لیے لوگ ان کو علی بن زید ابن جدعان کہا کرتے تھے، انھوں نے

---

[1] اسماعیل بن عبید کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے عہد خلافت میں افریقہ کا گورنر مقرر کیا تھا، ابن عساکر کا بیان ہے کہ افریقہ کے عام باشندے جو بربر کہلاتے تھے ان ہی اسماعیل بن عبید کی کوشش سے مسلمان ہوئے صـ۲۷ ج ۳ تاریخ دمشق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صحابہ کو دیکھا تھا، سنہ ۱۱۰ھ میں ان کی وفات ہوتی ہے۔ آخر زمانہ میں بصرہ کو وطن بنا لیا تھا بہرحال ان ہی علی بن زید کی رائے ابن سعد نے خواجہ حسن بصری کے متعلق یہ نقل کی ہے کہتے تھے کہ

لو ان الحسن ادرك اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم لاحتاجوا الى رأيه۔ طبقات ابن سعد ج ۷

اگر حسن بصری رسول اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کا زمانہ پا لیتے (یعنی عالم ہونے کے بعد صحابہ کا زمانہ پاتے) تو قطعاً صحابہ بھی ان سے رائے لینے (اور فتویٰ پوچھنے میں) محتاج ہو جاتے،

کسی غیر صحابی مسلمان اور وہ بھی جو موالی سے تعلق رکھتا ہو اس کی یہ انتہائی منقبت اور تعریف ہوسکتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ حسن بصری کے متعلق متعدد طرق سے لوگوں نے اس قصہ کو جب نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص انس بن مالک سے ان کے آخر عمر میں کوئی مسئلہ پوچھنے جاتا تو بجائے جواب دینے کے فرماتے۔

سلوا مولٰنا الحسن

ہمارے مولیٰ حسن سے پوچھو

لوگ عرض کرتے کہ حضرت ہم تو آپ سے دریافت کرتے ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے مولیٰ حسن سے پوچھو۔

جواب میں حضرت انس فرماتے

انا سمعنا وسمع فحفظ ونسينا ابن سعد ص ۱۲۸ ج ، قسم اول

ہم نے بھی سُنا اور اس نے بھی مگر ہم بھول گئے اور اس نے یاد رکھا۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا حضرت انس کے اس قول کو جو حسن بصری کے حق میں ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہترین سند کی حیثیت رکھتا ہے مختلف لوگوں نے نقل کیا ہے لیکن حضرت انسؓ کا حسن کی طرف لوگوں کو واپس کرتے ہوئے ان کے نام کے ساتھ "مولیٰ" کا اضافہ اور آخر میں اسی "مولیٰ" کے متعلق یہ اعتراف کہ ہم نے بھی سنا اُس نے بھی سنا پر ہم بھول گئے اور اس نے یاد رکھا کچھ تعجب نہیں کہ فاتح عرب اور مفتوح غیر عرب میں جو فرق پیدا ہو گیا تھا اس کی طرف بھی اس اعتراف میں کچھ اشارہ ہو۔

بہرحال میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ جس علم کا حال اس زمانہ میں یہ تھا خود سوچنا چاہئے کہ اسی علم کے حصول میں کس میرسوں کا یہ طبقہ جسے حکومت گرانا چاہتی تھی کیا کوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا رکھ سکتا تھا، اس طریقہ سے مسلمانوں کو اپنا محتاج اس طبقہ نے بنا لیا، اور مسلمانوں خصوصاً عرب کے پاس جو دنیا تھی اس کے ساتھ پیغمبر کی حدیث کے ان خدام کا جو حال تھا اس کی عام مثالیں پہلے گذر چکی ہیں۔ کہ کس طرح دولت مندوں کی دولت کو استغنا اور بے نیازی کی ٹھوکروں سے وہ ٹھکراتے ہوئے یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ تم ہمارے محتاج ہو لیکن ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ بے نیازیوں کے ان مظاہرات میں علمأ موالی کا جو حصہ تھا، رجال کی کتابوں میں آپ کو اس کی پوری تفصیل مل سکتی ہے وہی یزید بن حبیب مصری جن کے متعلق گذر چکا کہ ایک حبشی غلام تھے ذہبی نے ان ہی کا ایک لطیفہ نقل کیا ہے کہ یزید ایک دفعہ بیمار ہوئے عوام کے قلوب میں ان کا جو ایک مقام تھا، اس کو دیکھتے ہوئے اُس زمانہ میں بنی اُمیہ کی حکومت کی طرف سے مصر کا جو عرب گورنر تھا، نام جس کا حوثرہ بن سہیل تھا۔ اس نے ضروری خیال کیا کہ ان کے گھر عیادت کے لئے خود جائے۔ آیا یزید بیٹھے ہوئے تھے، گورنر نے مزاج پرسی کے بعد یزید سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ کھٹمل کا خون کپڑے میں اگر لگا ہو، تو اس کپڑے میں نماز جائز ہوگی یا نہیں۔ یزید نے حوثرہ کے اس سوال کو سُن کر لکھا ہے کہ منہ پھیر لیا،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور کچھ جواب نہ دیا۔ جوزہ جواب کا انتظار کر کے جانے کے لئے جب کھڑا ہوا۔ تب یزید نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا۔

تقتل کل یوم خلقاً و تسالنی عن دم ۔ روزانہ خدا کی مخلوق کو توقتل کیا کرتا ہے

البراغیث ۔ صہ ج ۱۲ تذکرہ ۔ اور مجھ سے آج کھٹمل کے خون کے متعلق مسئلہ پوچھتا ہے۔

بجز اس کے کہ خاموشی کے ساتھ ان کی تملاد ینے والی اس تعریض کو جوزہ نے سن لیا کچھ نہ بولا اور چپ چاپ اٹھ کر چلا آیا اس سے بھی زیادہ دلچسپ لطیفہ طاؤس بن کیسان کا ہے ان کا مستقر جیسا کہ معلوم ہے یمن تھا، بنی اُمیہ کی حکومت کا زمانہ تھا۔ اور وہ بھی ان کا جبروتی عہد جب ان کی دولت کا طاغیہ حجاج مسلمانوں پر مسلط تھا، یمن کا گورنر اس زمانہ میں اسی حجاج کا بھائی محمد بن یوسف تھا۔ قصہ یہ پیش آیا کہ کسی وجہ سے طاؤس بن کیسان، اور اُن کے ساتھ یمن کے دوسرے عالم وہب بن منبہ محمد بن یوسف کے دربار میں پہنچے موسم سردیوں کا تھا خصوصاً اس دن بڑے کڑا کے کی سردی پڑ رہی تھی محمد بن یوسف نے کرسی منگوائی طاؤس کرسی پر بیٹھے سردی کا خیال کر کے محمد بن یوسف نے غلام کو آواز دی کہ فلاں دوشالہ لاؤ، لایا گیا۔ محمد نے حکم دیا کہ طاؤس کے اوپر اس کو ڈال دیا جائے۔ غلام نے یہی کیا تماشا یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ طاؤس منہ سے تو کچھ نہ بولے لیکن

لم یزل یحرک کتفیہ حتی القی عنہ ۔ دونوں مونڈھوں کو مسلسل طاؤس نے ہلانا شروع کیا تا اینکہ دوشالہ بالآخر ان کے کندھوں سے گر پڑا۔

لکھا ہے کہ محمد بن یوسف ان کی اس حرکت کو دیکھ رہا تھا، اور دل ہی میں آگ ہو رہا تھا لیکن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طاؤس کا جو اثر رائے عامہ پر تھا، اس نے اس کی بھی اجازت نہ دی کہ کچھ بولتا۔ صرف ٹیڑھی ترچھی نگاہوں سے دونوں کو دیکھتا رہا۔ جب وہب اور طاؤس باہر نکلے تو وہب نے کہا کہ بھائی! تم نے تو آج غضب ہی کر دیا۔ آخر اس میں کیا بگڑ تا تھا کہ اس دوشالے کو آپ لے لیتے خواہ مخواہ اس شخص کے غصہ کی آگ میں آپ نے اشتعال دیا۔ آپ کو اس دوشالے کی ضرورت نہ تھی تو باہر نکل کر فروخت کر دیتے۔ اور دام غرباء و مساکین میں تقسیم فرما دیتے۔ طاؤس نے کہا کہ اس کا خطرہ اگر نہ ہوتا کہ لینے کی حد تک تو طاؤس کے فعل کو لوگ دلیل بنا لیں گے، لیکن جو طریقۂ عمل اس دوشالے کے ساتھ میں اختیار کرتا اسے ترک کر دیں گے تو شاید میں یہی کرتا، (ص ۳۹۵) ابن سعد ج ۵

استغنا و بے نیازی کے یہ واقعات کچھ ان ہی چند موالی کے ساتھ مختص نہیں ہیں بلکہ ان کے تمام سربرآوردہ بزرگوں میں آپ اسی شان کو پائیں گے۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ لوگ موالی اور حکومت یا حکومت کے امراء اور عہدہ داروں کے ساتھ ان کے تعلقات کی اس نوعیت کو سامنے رکھ کر اگر سوچیں گے تو سمجھ سکتے ہیں کہ جس علم کی بدولت عامۂ مسلمین میں عظمت و جلال کے ان مقامات کو موالی کا یہ طبقہ حاصل کر رہا تھا اگر اس راہ میں معمولی بے احتیاطیاں بھی ان سے سرزد ہوتیں تو سر پھروں کے اس گروہ کے سر پر حکومت اور حکومت والے کیا ایک بال بھی باقی رکھ سکتے تھے؟ واقعہ یہ ہے کہ ملوکِ بنی امیہ اپنے طریقۂ حکومت کے لحاظ سے جس حد تک قابل ملامت و الزام ہوں، لیکن پھر بھی اس دعویٰ سے دست بردار ہونا نہیں چاہتے تھے کہ وہ مسلمانوں کے بادشاہ اور ان کے دینی و دنیوی حقوق کے محافظ ہیں۔ واقع میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں لیکن کہتے یہی تھے بلکہ بدگمانی میں زیادہ اغراق سے اگر کام نہ لیا جائے تو ان کے سیاسی اغراض پر جن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امور سے زد نہیں پڑتی تھی ان میں جہاں تک میرا خیال ہے کہنے کے ساتھ کرنے میں بھی وہ پیچھے نظر نہیں آتے۔ یہی عبد الملک ابن مروان ہے اور اس کی حکومت کا عہد ہے جس میں مسلمانوں میں ان لوگوں کی طرف سے جو اسلامی نام رکھ کر مختلف قسم کی اندرونی دسیسہ کاریوں میں مشغول تھے ایک ترکیب وضع حدیث کی بھی جاری ہوئی، یعنی مسلمانوں کے دین کو بگاڑنے کے لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جعلی روایتیں اور جھوٹی باتیں منسوب کر کر کے پھیلانے والوں نے پھیلانا شروع کیا جس کا تفصیلی قصہ تو آگے آرہا ہے۔ یہاں میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس فتنہ کے مقابلہ میں جہاں ابن مبارک کے الفاظ میں "جہابذۃ الحدیث" آستین چڑھا کر کھڑے ہوگئے وہیں ہم دیکھتے ہیں کہ وضع احادیث کے مراکز جو عموماً بصرہ وکوفہ وغیرہ میں تھے ان ہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عبد الملک اپنے منبر سے اعلان کر رہا ہے کہ

قد سالت علینا احادیث من قبل	اس مشرق کی طرف سے ایسی حدیثیں بہ بہ
ھذا المشرق لا نعرفھا ابن سعد ج۵	کر ہماری طرف آرہی ہیں جنھیں ہم نہیں
ص۱۳۸	پہچانتے۔

یا اسی عبد الملک نے خالص سیاسی اغراض کے تحت جہاں لوگوں کو قتل کیا تھا وہیں حارث بن سعید الکذاب جیسا کہ ارباب علم سے مخفی نہیں ہے اسی لئے اس کو دار پر کھینچا کہ عبد الملک اپنے آپ کو مسلمانوں کے دین کا بھی محافظ سمجھتا تھا یا غیلان دمشقی کو عبد الملک کے بیٹے ہشام نے جو قتل کیا تو بجز اس جرم کے کہ پیغمبر کے دین میں غیلان رخنہ اندازیاں کیا کرتا تھا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کر کر کے حدیثیں عوام میں پھیلاتا تھا میں تو نہیں جانتا کہ اس کا کوئی اور جرم تھا۔ بنی امیہ کے بعد عباسی خلفاء کے عہد میں بھی ہم اس باب میں اسلامی

لہ رجال کی عام کتابوں میں ان لوگوں کے حالات پڑھئے۔ ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکمرانوں کی ذمہ داریوں کو زندہ پاتے ہیں ابو جعفر منصور نے اسی وضع حدیث کے جرم میں محمد بن سعید مصلوب کو سولی دی۔ مہدی۔ رشید۔ مامون وغیرہ خلفاء عباسی کے عہد میں ہم دیکھتے ہیں کہ اس باب میں سب کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں پیغمبر کی طرف کوئی غلط بات منسوب ہو کر پھیل نہ جاتے اس کی کڑی نگرانی حکومت ہمیشہ کرتی رہی، نہ صرف سلاطین وملوک بلکہ ہر صوبہ کے ولاۃ اور حکام بھی اس مسئلہ میں کسی رو رعایت کو جہاں تک تاریخ کی شہادت ہے روا نہیں رکھتے تھے۔ بیان بن زریق کو بنی اُمیہ کے مشہور گورنر خالد بن عبداللہ القسری نے جو قتل کیا تھا، اسی طرح عباسیوں کی طرف سے بصرہ میں محمد بن سلیمان جب حاکم تھا تو مشہور حدیث ساز (یعنی وضاع) عبدالکریم بن ابی العوجار کو اسی نے وضع حدیث کے جرم میں قتل کرایا تھا اور سلاطین یا صوبے کے ولاۃ ہی نہیں بلکہ اس قسم کی روایتوں سے مثلاً خطیب نے تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے کہ

اسماعیل بن اسحاق القاضی ضرب الھیثم بن سھل علی تحدیثہ عن حماد بن زید وانکر علیہ ذالک ص۱۶۱ ج۱۴	قاضی اسماعیل بن اسحاق نے ہیثم بن سہل کو اس وجہ سے پٹوایا کہ حماد بن زید کے حوالہ سے وہ حدیث روایت کرنے لگا تھا قاضی اسماعیل اس کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حدیثوں کی روایت کرنے والوں کی نگرانی کا فرض قاضیوں کے بھی سپرد تھا۔

بہر حال کچھ بھی ہو میرے تحریک تو بجائے خود ہی ایک صورت حال ایسی ہے، جو ان روایات اور حدیثوں کے اعتماد کی کافی ضمانت بن سکتی ہے، جن کا ایک بڑا حصہ ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہی موالی محدثین کے ذریعہ مسلمانوں میں منتقل ہوا ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ معمولی بے احتیاطی ہم اس راہ میں کم از کم ملوک بنی امیہ کے لئے بے چارے موالی کی دار و گیر کے لئے ایک دل دستاویز بن جاتی، ظاہر ہے کہ اس وقت عامۂ مسلمین کی مزاحمت بھی ان کی راہ میں حائل نہ ہوتی لیکن علم و فضل کے ساتھ ان کی سیر چشمیاں، حکومت کے ہاتھ میں جو کچھ تھا اس سے ان بزرگوں کی بے نیازیاں، اسی کے ساتھ خالص اسلامی زندگی کے جو نمونے اس طبقے کی طرف سے مسلسل پیش ہو رہے تھے ان ساری باتوں کا نتیجہ یہ تھا کہ حکومت کو بھی ان کے سامنے جھکنا پڑا ابن عساکر کی روایت ہے کہ ہارون الرشید کے پاس جعلی حدیثوں کے بنانے کا ایک زندیق پیش ہوا۔ مجرم نے کہا کہ امیر المومنین میرے قتل کا حکم آپ کس وجہ سے دے رہے ہیں۔ ہارون رشید نے کہا کہ امت کے بندوں کو تیرے فتنوں سے محفوظ کرنے کے لئے میں نے یہ حکم دیا ہے، اس پر زندیق نے کہا کہ میرے قتل کرنے سے کیا ہوگا، کیونکہ

این انت من الف حدیث وضعتها	ایک ہزار جھوٹی حدیثیں بنا بنا کر رسول اللہ
علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف میں منسوب
کلها ما فیها حرف نطق به	کر چکا ہوں ان حدیثوں کا کیا کیجئے گا جن
(تاریخ دمشق ص ۲۵۶ ج ۲)	میں پیغمبر کا ایک لفظ بھی تو نہیں ہے۔

ل ان بیچاروں کو جب حکومت گرفتار کرتی اور زندگی سے مایوس ہو جاتے تو اس قسم کے شوشے بھی چھوڑ دیا کرتے تھے کہ میں اتنی جھوٹی حدیثیں پھیلا چکا ہوں، مقصود اس سے ان کا یہ ہوتا تھا کہ چلتے چلاتے ایک ایسا فقرہ کہہ دیں جس سے مسلمانوں میں صحیح حدیثوں کے متعلق بھی بدگمانی پیدا ہو جائے میرا خیال ہے کہ زیادہ تر اس میں بھی یہ کذب بیانی ہی سے کام لیتے تھے واقعہ یہ ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر یعنی موضوع حدیثوں کے باب میں آئندہ تفصیل سے بیان کیا جائے گا کہ سند کا تعلق حدیثوں کے ساتھ کچھ ایسا لگا ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات کو منسوب کر کے یہ خیال کرنا کہ ان کی گھڑی ہوئی حدیثیں مسلمانوں میں مروج

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۲۵ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطلب اس کا یہ تھا کہ ان جھوٹی اور جعلی حدیثوں کو مسلمانوں میں چلتا کر چکا ہوں، مجھے قتل بھی کر دیجئے تو کیا ہوگا حدیثیں تو مسلمانوں میں پھیل چکی ہیں، لکھا ہے کہ اس وقت بے ساختہ ہارون کے دل نے اس فتنہ سے جن دو بزرگوں کے سایہ کے نیچے پناہ ڈھونڈھی، انہیں ایک نام عبداللہ بن المبارک اسی عالم کا تھا جو طبقہ موالی سے تعلق رکھتے تھے بہرحال ہارون نے بھی اسی لب ولہجہ میں کہا کہ

ارے خدا کے دشمن تو ہے کس خیال	این انت یا عدو اللہ من ابی اسحاق
میں ابو اسحٰق فزاری اور عبداللہ بن المبارک	الفزاری وعبداللہ بن المبارک
ان تمام حدیثوں کو چھلنی میں چھانیں گے	ینخلانہا فیخرجانہا حرفاً حرفاً
اور ایک ایک حرف تیری جعلی حدیثوں	ص ۲۵۱ ج ۲ ابن عساکر

کا جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر نکال پھینکیں گے۔

اور یہ تھا الموالی کے خدمات کا وہ غیر معمولی وزن کہ عباسی فرماں روا، وہ بھی ہارون الرشید مرو کے ایک عجمی غلام مبارک کے لڑکے کے وجود پر فخر کر رہا ہے، یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ بقول عباس بن مصعب جیسا کہ الحاکم نے معرفۃ علوم الحدیث میں نقل کیا ہے۔

مرو کے شہر سے چار آدمی غلاموں کی اولاد	خرج من مرو اربعۃ من اولاد العبید
میں ایسے نکلے کہ ان میں ہر ایک اپنے	ما منہم احد الا ھو امام عصرہ عبداللہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہو جائیں گی آسان نہ تھا، ایسے مقررہ اصول محدثین کے تھے کہ ان کے معیار پر جانچنے کے ساتھ ہی سچ جھوٹ سے الگ ہو جاتا تھا۔ اس کو جعل سازوں کا یہ گروہ بھی جانتا تھا لیکن اس کا مقصد تو صرف مسلمانوں کو دہشت اور بدگمانی کے فتنے میں مبتلا کرنا ہوتا تھا۔ تفتیش ان مسائل کی آگے آرہی ہے یہاں اجمالاً اس لئے اشارہ کر دیا گیا کہ بعض وسواسی دماغوں کے لئے اتنی سی بات بھی بدگمان بن جانے کے لئے کبھی کافی ہو جاتی ہے۔ ۱۲

© rasailojaraid.com

بن المبارك ومبارك عبد لابراهیم بن میمون الصائغ ومیمون عبد لابی الحسین بن واقد وواقد عبد، ولابی حمزة محمد بن میمون العسكری ومیمون عبد

ص۱۹۹ معرفة علوم الحدیث الحاکم

وقت کا امام تھا، یعنی عبد اللہؒ بن المبارک اور مبارک غلام تھے ابراہیمؒ بن میمون الصائغ اور میمون غلام تھے، حسین بن واقد اور واقد غلام تھے، ابوحمزہ محمد بن میمون العسکری، اور میمون غلام تھے

گویا یوں سمجھنا چاہیے کہ اپنے آخری دین کی حفاظت کے لئے "موالی" کی شکل میں قدرت نے ان راست باز مخلص رضا کاروں کے ایک گروہ ہی کو پیدا کر دیا تھا جس نے ہر چیز سے الگ ہو کر اپنی ساری توانائیوں کو دین کی خدمت پر مرتکز کر دیا تھا، تقریباً مسلمانوں کے اکثر شہروں اور آبادیوں کا یہی حال تھا، زہری اور عبد الملک کے اس تاریخی مکالمے کے سوا جس کا ابھی ذکر گذرا، ابن صلاح نے زید بن اسلم کے صاحبزادے عبد الرحمن کے حوالہ سے تو یکلی دعویٰ نقل کیا ہے کہ

لما ماتت العبادلة صار الفقه فی جمیع البلدان الی جمیع الموالی الا المدینة فان الله خصها بقرشی فكان فقیه اهل المدینة سعید بن المسیب غیر مدافع ص۱۶۲

مقدمہ ابن صلاح

جب عبادلہؓ کا انتقال ہو گیا تو سارے اسلامی علاقوں میں علم فقہ کے مرجع و مرکز موالی ہی بن گئے بجز مدینہ منورہ کے، مدینہ منورہ کو اللہ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ اس شہر کا فقیہ ایک قریشی نژاد عبادلہ کے بعد ہوا یعنی سعید بن المسیب جن کو بالاتفاق لوگوں نے مدینہ کا فقیہ تسلیم کیا ہے۔

ؔ عبادلہ ایک اصطلاحی لفظ ہے چار صحابی جو علم قرآن وحدیث وفقہ وغیرہ میں ممتاز تھے اور ان میں ہر ایک کا نام عبد اللہ تھا ان ہی کی جمع عبادلہ بنالی گئی تھی یہ عبد اللہ ابن عباسؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، عبد اللہ بن عمرو عاصؓ تھے۔ ۱۲

(باقی آئندہ)

© rasailojaraid.com